دخل تھا - یہ خدا کی زمین پر خدا پرستوں کی جماعت یعنی اُمتِ مُسلمہ کی ریاست تھی، جس کے اوّلین سربراہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے - اور اس دُنیائے مؤقت میں حضورؐ کا وصال ہوجانے کے بعد سربراہی کی ڈیوٹی کی امانت اُمتِ مُسلمہ نے اپنے بہترین فرد کو سونپ دی - گویا ریاست اب بھی وہی تھی اور اس کا دستور اور اُس کا پورا قانون اور اس کا ضابطۂ زکوٰۃ وہی پہلے والا تھا - اور اس دستوری و قانونی نظامِ حقوق و فرائض کے ٹکڑے نہیں کیے جاسکتے تھے -

اِسی خلیفۂ اوّل نے وہ مضبوط اسٹیج تیار کیا جس پر سے حضرت عمرؓ نے اس سیاست اور اس کی تہذیب کے استحکام و فروغ کے لیے علم، اخلاق، سیاست اور تلوار کی قوتوں کو اس شان سے استعمال کیا کہ مشرق و مغرب عقابِ انقلاب کے دونوں بازوؤں کے نیچے تھے -

اہم واقعات اور بھی ہیں - مثلاً حادثہ افک اور مالک بن نویرہ کا قتل، سلسلۂ فتوحات اور خدمتِ قرآن وغیرہ، مگر ہم اتنی دُور تک نہیں جاسکتے -

اس کتاب کے اندر حصّہ دوم میں جناب کی شخصیت و کردار کی جھلکیاں دی گئی ہیں - اس حصّے میں ذاتی حالات، محاسنِ اخلاق، فضل و کمال، بکھرے موتی، نظامِ خلافت، مالی نظام، عسکری نظام، اَولاد، مواخاتی بھائیوں کا ذکر ہے، آخر میں کتابیات ہیں -

مؤلف کے مطالعہ کی وسعت اور عادلانہ نقطۂ نظر پر اعتماد کیا جاسکتا ہے اور ان کے اندازِ تحریر کی موزونیت پر تو کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں -

---

عقل پرستی اور انکارِ معجزات | از مولینا عبدالرحمٰن صاحب کیلانی - ناشر: ناظم جامع محمدی اہلِ حدیث - گجرات - ملنے کا پتہ: مکتبۃ السلام، وسن پورہ، لاہور - صفحات: ۳۴۴

قیمت: ۲۵/ روپے

مغربی فلسفہ و فکر کا ہمارے ہاں ایک اثر یہ پڑا کہ نیچر یا قانونِ فطرت کے تحت تمام واقعات ہوتے ہیں - اُن کی زد سے پیغمبر، ولی، فرشتے اور معجزات کوئی بھی باہر نہیں - اب مشکل یہ پیش آئی کہ قرآن میں بعض واقعات کا بیان ایسا ہے کہ یا تو آپ لفظوں سے نئے معانی پیدا کریں یا ہر بات کو استعارہ

بنادیں۔ اس کے باوجود بھی کسی حد تک مضحکہ انگیزی باقی رہتی ہے۔ یہ دراصل سیکولر فلسفے کی جنگ تھی۔

پردۂ غائب میں رہ کر تمام کائنات کی کارپردازی کرنے والے خدا کے خلاف۔ تمام منکرینِ معجزات نے احادیث سے بھی جان چھڑانے کی کوشش کی۔ قرآن کے نصوص کے تازہ بہ تازہ معانی ایجاد کرنے کی فکر کی۔ شریعت کے قوانین و حدود کو ترک کر کے دوسرے قانونی نظاموں سے فائدہ اُٹھانے کے لیے اجتہاد کا ایک جدید الجدید تصور پیش کیا۔ بعض حرام کو حلال اور حلال کو حرام کرنے کے لیے ہیر پھیر کیے۔

اِس خاص فکری انداز کے حاملین ہر دور میں پہچانے جاتے ہیں۔ ایسے ہی ایک صاحب مولانا عنایت اللہ اثری صاحب (متعلق بہ اہل حدیث) ہیں۔ اِن صاحب کی فکری اور بیانی جدّتوں کا بڑا شاندار گلدستہ بنا کر مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیلانی نے پیش کیا ہے اور ساتھ ساتھ اپنے رنج و غم کے آنسوؤں کی شبنم بھی ان پر ٹپکائی ہے۔ اثری صاحب کی دو کتابیں "المقول المختار" اور "بیان المختار" کے مندرجات ان کے پیش نظر ہیں۔

اثری صاحب کی باتیں (خدا کے ہاں جو بھی درجہ پائیں)، افسانے کی طرح دلچسپ ہیں۔ مثلاً حضرت سیّدہ مریم کے متعلق ارشادات کا خلاصہ یہ ہے کہ:

حضرت مریم کا پہلے سے نکاح تھا، مگر کبیدہ خاطر ہو کر میکے چلی گئی تھیں (مَكَانًا شَرْقِيًّا) میاں بیوی میں اَن بن ہو گئی، وہاں جا کر وہ رُک گئیں (فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونِهِمْ حِجَابًا) پھر اس کے سامنے فرشتہ بھیجا گیا۔ (یعنی شوہر انسانی قوتی سے محرومی کی وجہ سے گویا فرشتے کی طرح تھا) وہ اس کے سامنے ٹھیک شکل میں گیا۔ (یعنی دوا و دُعا سے اس کی تکالیف رفع ہو چکی تھیں) یہ الہام حضرت زکریا نے شوہر مذکور کے ہاتھ بھیجا تھا کہ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا۔ (یعنی اب عنّابی نہیں رہی، اب میں تمہیں ٹھیک ٹھاک لڑکا دے سکتا ہوں۔ (یہ بھی فرمایا کہ یہ ساری باتیں خواب میں ہوئیں)۔ خیر شوہر صاحب اب بے رغبتی کی بیماری سے شفا پا کر سامنے چلے گئے، (فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا) مگر مریم نے وہی شکایت کی جو واپسی سے مانع ہو گئی اور طلاق کا مطالبہ کیا۔ (إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمَٰنِ مِنكَ) شوہر نے جواب میں اپنی صحت کا حال بھی سُنایا اور اللہ پاک کا الہام

بھی۔ پھر مریم شوہر کے ہمراہ روانہ ہوگئیں اور گھر آباد ہوئیں۔ اب ان کا حمل ہوا اور شوہر سفر پر بھی چلا گیا۔ پھر وہ جِذۡعِ النَّخۡلَةِ تک پہنچیں اور شوہر بھی آگیا۔ کھجور کے مالک نے جو ذرا نیچے تھا اور کھجوریں بیچ رہا تھا۔ اس نے ازراہ ہمدردی حضرت مریم کو اس بات کی اجازت دے دی کہ وہ کھجوریں درخت سے اُتار کے کھائے اور نیچے کی جانب یہاں چشمہ بہہ رہا ہے، اس سے پانی پیے۔ تکلم فی المھد کی اُلجھن یوں حل کرتے ہیں کہ مھد میں کہل اور کہل میں مھد ہو سکتا ہے۔ اشارت الیہ کا مشارٌ الیہ اثری صاحب کے نزدیک حضرت عیسیٰ نہیں ہیں، بلکہ زکریا مراد ہیں، کیونکہ انہوں نے ہی نکاح پڑھایا تھا اور وہی جواب دے سکتے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کے لیے آگ کے ٹھنڈا ہو جانے کا معاملہ یوں سمجھاتے ہیں کہ "ہو سکتا ہے کہ وہ فتنہ و فساد کی آگ ہو، جسے اللہ پاک نے ٹھنڈا کر دیا ہو۔" اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سچ مچ انہوں نے آگ ہی جلانے کا ارادہ کر لیا ہو ——— کام بالکل تیار تھا، مگر اللہ پاک نے آپ کو بال بال بچا لیا۔

ذبحِ اسماعیل علیہ السلام کا قصہ یوں بیان کیا کہ حضرت ابراہیمؑ نے جب اُن سے خواب کا قصہ بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے کہ آپ فی الحال ظاہری طور پر خواب پورا کر لیں، بعد میں حکم ہو تو میری جان حاضر ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو لٹا کر خواب والی شکل پیدا کر لی۔ حکم آیا کہ بس ابراہیمؑ تو نے وہ نقشہ تو پورا کر دیا۔ اب بعد میں کوئی اچھی سی قربانی دے دینا۔

وادیٔ نمل کا قصہ یوں بیان ہوا کہ حضرت سلیمانؑ نے اس وادی کی طرف ڈیرہ ڈال دیا۔ وہاں کی رانی نے (ارکانِ حکومت سے) مشورہ کر کے سب کو خانہ بند ہونے کا حکم دیا تاکہ ظاہر ہو جائے کہ ہم جنگ کے لیے تیار نہیں ہیں۔ پھر یہی مضمون قاصدوں کے ہاتھ لکھ کر تحائف کے ساتھ بھیجا، جسے دیکھ کر حضرت سلیمانؑ خوش ہوئے۔ حضرت سلیمانؑ کے قصہ میں "عفریت من الجن" اور "الَّذِي عِندَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ" کہہ کر ذکر کیا گیا ہے۔ انہیں اثری صاحب ٹھیکیدار قرار دیتے ہیں، جن سے حضرت سلیمانؑ نے ٹینڈر لیے کہ بلقیس کے تخت جیسا تخت کون مہیا کر سکتا ہے۔

اصحابِ کہف کے متعلق ارشاد ہے کہ یہ باتیں عقل و فکر کے سراسر خلاف ہیں کہ وہ تین سو سال تک غار میں سوتے رہے۔ پھر اٹھ کر کچھ کھایا پیا۔ پھر جو سوئے تو آج تک نہیں جاگے۔

اب اس سلسلۂ مضحکات کو کہاں تک بیان کیا جائے۔ نہ کافی وقت ہے اور نہ فالتو صفحات۔ شائقین ہمارے اشاروں سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ کیسا عالمانہ سیلابِ ہلاکت ہے۔

حدیث کا درایتی معیار | تالیف: مولینا محمد تقی امینی، ناظم دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔

ناشر: قدیم قومی کتب خانہ مقابل آرام باغ۔ کراچی۔ قیمت مجلد ۳۲/- روپے

جہاں تک میں نے مولینائے محترم محمد تقی امینی کو تھوڑا بہت جانا ہے، میں ان کو زمرۂ اہلِ حق میں سے سمجھتا ہوں اور ان کی اس کتاب کو جس کو لکھتے ہوئے ان کے سامنے دینی علوم کے ساتھ ساتھ آج کا فکری و تمدنی ماحول بھی ہے یہ بہت سی مفید بحثوں کا مجموعہ ہے۔ باتیں علمی زبان میں ہیں۔ عام مولویانہ یا مناظرانہ انداز نہیں ہے۔ مولینا کا انداز فکر بتاتا ہے کہ وہ حقائقِ دین سے پوری وابستگی رکھتے کے ساتھ ساتھ جدید طبقوں کی الجھنوں کا مداوا بھی چاہتے ہیں، اس لیے دوسروں سے کچھ زیادہ آگے قدم بڑھاتے ہیں، بلکہ سنجیدگی اور احتیاط کے ساتھ۔ ان کے بیان میں اسلامی جدیدیوں اور اجتہادیوں کا کوئی اثر نہیں۔

ان کا اصل مبحث یہ ہے کہ صحیح حدیث کو کیسے جانا پہچانا جائے۔ اس کے لیے وہ پرکھ کے خارجی معیار بھی بتاتے ہیں اور داخلی بھی۔ یعنی روایت و سند کے قاعدے بھی اور درایت کے اصول بھی۔ درایت کے اصول جن کو کٹر روایت پسند گروہ بالکل تسلیم ہی نہیں کرتا۔ اپنی اہمیت رکھتے ہیں اور ان کو نمبروار بیان کر کے امینی صاحب نے بڑا علمی کام کیا ہے۔

میرے سامنے تقی امینی صاحب کا ایک اور مقالہ بھی اسی موضوع پر ہے۔ یہ شامل ہے "فکرِ اسلامی کی تشکیلِ جدید" میں (ص ۱۰۷ تا ۱۱۶)۔ اس میں درایت یا داخلی جانچ کے ۲۴ اصول بیان کیے گئے ہیں۔ بہ حیثیت مجموعی یہ باتیں اور بھی علماء نے پہلے بھی لکھی ہیں۔ مسئلہ صرف ان نازک فروق کا ہوتا ہے جو انسانی ذہنوں میں پائے جاتے ہیں۔ مثلاً آپ نے لکھا کہ کوئی حدیث عام مشاہدہ اور عادت کے خلاف